قسط-9

ارض بلتستان

محمد اسماعیل فضلی

بدھ عقائد میں علاج کے روایتی طریقے:

۱۔ جب کوئی شخص شدید تکالیف میں مبتلا ہوتا، تو اس کو رفع کرنے کیلئے ایک پتو (گوس) تیار کیا جاتا تھا۔ نجومیوں کے حساب کے مطابق مناسب دن معلوم کر کے مریض کے روبرو گوس رکھا جاتا اور مذہبی کتب کی قراءت کی جاتی تھی۔ اس طرح خیال کیا جاتا تھا کہ تکالیف دینے والا دیوتا اس پتو کے اندر داخل ہو گیا ہے اسے تکالیف کے رفع ہو جانے کی علامت خیال کیا جاتا اور گوس کو بوقت شب کسی گمنام مقام پر پھینک دیا جاتا تھا۔

۲۔ بودھوں میں نظر بد کا بھی اعتقاد تھا، جب کسی پر نظر بد کا شبہ ہو جاتا تو وہ مخصوص عاملوں کو بلا لیتے تھے۔ عامل مریض کے سرہانے دو زانو بیٹھ جاتے، سات دانے خشک سرخ مرچ اور معدنی نمک (سندہ پایو) کی سات چھوٹی ڈلیاں لائی جاتی تھیں۔ مذہبی کتب کے چند اقتباسات ورد کیے جاتے اور مریض کے جسم کے اوپر سے مرچ اور نمک کو گھمایا جاتا تھا۔ جب ورد مکمل ہو جاتا تو انہیں شعلہ مارتی ہوئی آگ میں جلایا جاتا تھا۔ اگر نمک مرچ کے جلنے سے چھینک نہ آتی تو نظر بد پر محمول کیا جاتا اور یہ عمل کم و بیش ایک ہفتہ تک جاری رہتا۔ جلے ہوئے نمک و مرچ کی راکھ کو اندھیرے میں کسی چوراہے پر پھینک دیا جاتا تھا۔ یہ رسم آج بھی بلتستان میں موجود ہے۔ البتہ نمک اور مرچوں پر چند دعائیں وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔

رسمِ مے پھنگ کا اہتمام:

تمام ملک تبت میں رسم مے پھنگ بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی تھی۔ عقیدہ یہ تھا کہ موسم خزاں کے اختتام اور موسم سرما کی ابتدائی رات یعنی 21 دسمبر کو شہر شہر قریہ قریہ، شام ڈھلنے کے بعد تمام مرد و زن ہاتھوں میں مشعلیں لیے گاؤں سے باہر نکلتے تھے۔ اندھیرا پھیلتے ہی لاما ئیں مخصوص کتب کو پڑھتے۔ اس کے بعد سب لوگ مختلف ٹولیوں میں گاؤں یا شہر کے گرد چکر لگاتے تھے۔ جوان لوگ مشعلیں تھامے دور دور تک بھاگ دوڑ کرتے تھے۔ دو گاؤں والوں کے درمیان مشعلوں کا تبادلہ بھی کیا جاتا تھا، جہاں جہاں گھوڑے پہنچ پاتے، صاحب حیثیت لوگ گھوڑوں پر مشعلیں لے کر سرپٹ دوڑاتے تھے۔

جرمن محقق Olden Barag لکھتا ہے، اس کا اشارہ مولوی حشمت اللہ کی کتاب ''تاریخ جموں'' سے بھی ملتا

ہے۔کہ اس تقریب کا مقصد ''لھا'' کو خوش کرنا ہوتا تھا، تاکہ بستی اگلے سال تک مہلک اور وبائی بیماریوں سے محفوظ رہے۔

مے پھنگ کا یہ مشرکانہ تہوار آج بھی بلتستان کے اکثر علاقوں میں منایا جاتا ہے، خاص طور پر دور دراز دیہاتوں میں بھرپور اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔حالانکہ تمام مکاتب فکر کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تہوار اسلام کے سراسر منافی ہے۔

الحمد للہ علماء کی کاوشوں سے شہروں اور قصبوں میں اسکا زور ٹوٹ رہا ہے۔ ماسوائے ان علمبرداروں کے جنہوں نے بلتی ثقافت کو زندہ رکھنے کا بوجھ اپنے سر لے رکھا ہے۔حالانکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں جہالت کے تمام رسومات کو اپنے قدموں تلے روندر ہا ہوں۔

ٹیا کو پولو: بودھوں کے رسوم میں سے ایک اور رسم آج کے جدید علمی دور میں بھی خال خال پائی جاتی ہے۔ جوان لامائیں اپنے دیوتاؤں کے مصنوعی چہرے لگا کر خاص وضع کے لباس پہن کر موسم سرما کے جوبن پر ایسی محفل سجاتے جہاں دن بھر کھیل تماشے ہوتے تھے شام کے قریب ٹیا کو پولو کھیلا جاتا۔امیر لوگ جو گھوڑا رکھ سکتے ہوں وہ گھوڑے پر پولو کھیلتے تھے۔ لیکن یہاں کے عوام کی اکثریت انتہائی پسماندہ اور غریب طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔لہذا غریب لوگ پولو کے مانند کھیل پیدل کھیلتے، جسے ٹیا کو پولو کہتے ہیں۔☆

سارے گاؤں والے تماشائی بن جاتے۔ وہاں لامائیں کبھی ڈراؤنی اور کبھی نسوانی ماسک لگائے چکر لگاتے تھے۔ لوگ عطیات کے ذریعے لاماؤں کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔لامائیں جوانوں کے ساتھ مل کر ڈیول ڈانس کرتے تھے۔

لوگ گھروں کی چھتوں اور درختوں پر چڑھ کر مخصوص مقام پر کھیل تماشا دیکھتے تھے۔رگیالپو خاندان اپنے محل کے قریبی تہوار میں شرکت کرتے۔شاہی خاندان کی عورتیں محل کے بالکونیوں سے لطف اندوز ہوتیں اور اپنے عطیات لاماؤں کی نذر کرتیں اور دیوتاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔معززین کے لئے خاص نشستوں کا انتظام ہوتا تھا۔بستی کے نمبردار اس کی سرپرستی کرتے تھے۔

اس تقریب میں جیتنے والی ٹیم کو قدرے اونچی جگہ بٹھایا جاتا، ہارنے والی ٹیم کو نشیب میں بٹھاتے۔ ان کے دائیں چہرے پر کالک اور بائیں چہرے پر آٹا مل دیا جاتا، انہیں زنانہ ٹوپیاں پہناتے، جن میں مرغیوں کے پر لگائے جاتے۔

ہارنے اور جیتنے والوں کے بیچ میں لمبا فاصلہ رکھا جاتا۔ پہلے چند گھوڑ سوار نقاب پوش میدان کا چکر لگا کر معاینہ کرتے، اسکے بعد کریہہ شکل کا ماسک پہنے ایک شخص حاضر ہوتا، اس کے ہاتھ میں برچھی، کمر میں تلوار، اور زین کے ساتھ ڈھال، کمان

☆ (ٹیا کو پولو کو پولو کی غریبانہ شکل کہنے کی بجائے ہاکی کی دیسی شکل کہنا زیادہ مناسب ہے)۔

اور ترکش ہوتا۔ وہ ایک بار میدان کا چکر لگا تا اور درمیان میں کھڑے ہوکر بلند آواز سے اعلان کرتا کہ ''مہاتما بدھ امن کی دعوت لے کر آیا، اس نے دنیا میں خون خرابے کو ختم کر دیا، حتیٰ کہ تمام ذی روح مہاتما کی تعلیم سے امن پا گئے''۔ اس اعلان کے ساتھ ہی وہ تمام حربی ہتھیاروں کو توڑ دیتا۔ اس کے ساتھ ہی ایک شخص آتا، وہ خشک لکڑی، چقماق وغیرہ رکھ جاتا۔ پھر واپس جا کر بڑے دیوتاؤں کو ساتھ لاتا جن کے ساتھ اناج کا تھیلہ بھی ہوتا، مادر دیوتا اناج بھونتی اور پدر دیوتا آگ جلاتے۔ لوگوں کا خیال تھا اس رسم کی برکت سے قحط سالی نہیں ہوگی۔

قارئین کرام! کم وبیش اس سے مماثل تہوار ماضی قریب میں بھی منائے جاتے تھے۔ مگر الحمد للہ علوم اسلامیہ کی ضیا پاشیوں اور جہالت کی گھٹا چھٹنے کے ساتھ ہی یہ عقائد وتہوار بھی ناپید ہو چکے ہیں۔

رمسیس ڈیورس اور بنسن کا کہنا ہے کہ یہ عقائد خود مہاتما بدھ کے نہیں تھے بلکہ تبت کی قدیم تہذیب کا جزء لاینفک تھا۔ جسے بلتی میں پون چھوس کہا جاتا تھا۔ یہ پون چھوس قدیم زمانے میں عرب اور ملحقہ علاقوں میں بھی رائج تھا۔ لیکن یہاں تبت کے کوہستانی اور طلسماتی خطے نے بہت سے تہواروں، رواجوں اور عقائد کو جنم دیا تھا۔ ملک عرب میں پون چھوس سے ملتا جلتا مذہب صابی تھا۔

مذہب صابی: صابی مذہب کے دو فرقے تھے۔ ایک موحد تھا اور دوسرا ستارہ پرست ۔ صابی موحد حضرت شیث علیہ السلام کے صحیفے شیث پر عمل پیرا تھے۔ ابتدا میں یہ زیادہ تر ساحل فرات، بصرہ اور خوزستان کے آس پاس آباد تھے۔ صابیوں کو ''ماندین'' بھی کہتے تھے۔ جس کا معنی علم والے کے ہیں۔ ان کا رسم الخط قدیم پاعیرین تھا۔ صحیفہ شیث کے دو حصے تھے ایک کا نام ''سدرب'' یعنی بڑی کتاب اور دوسرے کا نام ''گنز'' یعنی خزانہ ہے۔ اس کے بھی دو حصے ہیں ایک حصے کو ''یمین'' دوسرے کو ''شمال'' یعنی دایاں اور بایاں خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے حصے میں زندگی کے لئے ہدایات اور دوسرے میں مذہبی ہدایات اور دعائیں تھیں۔

موحد لوگ باقاعدہ اپنے صحیفے کے مطابق نماز پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے، بت پرستی اور شرک کی سخت ممانعت تھی اور ایسا کرنا حرام خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن بابل شہر میں ستارہ پرستی عروج پر تھی، جس کے اثر سے رفتہ رفتہ شرک شامل ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بت پرستی بھی مذہب میں شامل ہوگئی۔ ستاروں کے ہیکل ان کے معبود بنے۔ دنیاوی انقلاب نے صابیوں پر بھی گہری چھاپ چھوڑی اور ان میں ستارہ پرستی اور بت پرستی غالب آئی۔ بعد میں یہودیت، مجوسیت اور یونانی فلسفہ نے بھی صابی

مذہب کو مسخ کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ اللہ کی وحدانیت کے تو قائل رہے مگر ستاروں کی پرستش کو معبود اور بندوں کے درمیان وسیلہ سمجھا۔ تین اوقات کو عبادت کے لئے مخصوص کر دیتے: (۱) صبح تا طلوع آفتاب (۲) عین دوپہر کے وقت (۳) غروب آفتاب کے وقت۔ ان کا عقیدہ تھا کہ تمام ستاروں کا مرکز قطب شمالی ہے۔ تمام ستارے آغاز عالم کے ساتھ ہی محو گردش ہیں، لیکن قطبی ستارہ اپنی جگہ قائم ہے اس لئے اسی کو قبلہ مانتے اور اس کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے۔

حران شہر کے صابی ستارہ پرستی کے ساتھ ارواح پرست بھی تھے، ان کے معبود عقل اول اور نفس کلیہ کے ہیکل بھی تھے، نیز وہ زحل، مشتری، مریخ، شمس، زہرہ، عطارد اور قمر کے ہیکل کی پوجا کرتے تھے۔ اسلام کی آمد تک یہ مذہب مکمل طور پر شرک کے دلدل میں دھنس چکا تھا۔

طلوع اسلام کے بعد بھی متعدد صابی طبیب اور منشی بغداد شہر میں موجود تھے۔ چوتھی صدی میں فارابی نے صابیوں سے ہی فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ اہل دمشق بھی عیسائیت سے پہلے صابئی مذہب کے پیرو تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کے شدید ترین مخالفوں میں موحد صابئی بھی شامل تھے۔ جامع مسجد دمشق کے نیچے جو معبد تھا، اس کا قبلہ بھی قطب شمالی کی طرف تھا۔ یہ صابیوں کا قدیم معبد تھا۔

بت پرست اور ستارہ پرست صابیوں نے عجیب وغریب قسم کے فلسفے گھڑ لئے۔ یہ فرقہ مجوسیوں، یونانیوں اور یہودیوں سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ انہوں نے اپنے مذہب کو بالکل مسخ کر کے چھوڑ دیا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا)

اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ عام اشیاء کی اصل ایک تاریک غار ہے اس میں دو چیزیں ہیں۔ ایک ''زیور رب'' اور دوسری ''ماں رب''، یعنی روح اعظم جس کو ''ملک النور'' بھی کہتے تھے۔ مشرک صابیوں کا عقیدہ تھا کہ ملک النور نے حیات قدیمہ یعنی حیات ازلی کو پیدا کیا۔ اس کے بعد خود پردۂ راز میں جا چھپا اور صرف نیک لوگوں کو موت کے بعد نظر آئے گا۔ حیات اولی اور قدیمہ اس فرقے کا معبود تصور کیا جاتا تھا، تمام دعاؤں میں اس کی حمد وثنا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ ملک النور اپنے جاہ وجلال کے ساتھ شمال کی جانب قطبی ستارہ میں قیام پذیر ہے۔

حیات اولی نے اپنے نائب مقرر کئے ایک حیات ثانیہ اور دوسری حیات ثالثہ۔

حیات اولی نے اپنے لئے تین مددگار پیدا کئے ہیبل، شتیل، اور آنوس۔ ان تینوں کو محافظ ارواح گردانتے ہیں۔ حیات ثانیہ دنیا وآخرت کے درمیان عالم نور کی آخری سرحد پر مقیم ہے۔ وہ مرنے والے کے اعمال تولتا ہے اور حساب کتاب رکھتا ہے۔

حیات ثالثہ کی کرسی کے نیچے ایک تاریک غار تھا، جس میں گدلا پانی تھا۔ ایک دن اس نے میلے پانی میں اپنی شبیہ

دیکھی تو ایک اور صورت پیدا ہوگئی جس کا نام پتاہل تھا۔ پتاہل حیات ثالثہ کا بیٹا بنا۔ جو اس مادی دنیا کا خالق ہے۔ پتاہل نے ہی آدم اور حوا کو پیدا کیا پھر وہ کھڑے نہیں ہوسکتے تھے، اس لئے حیات اولیٰ نے ہیبل، شتیل اور آنوس کو بھیجا۔ انہوں نے اس کے اندر روح پھونک دی اور اسے رب کے احکامات سے روشناس کرایا۔ پتاہل کے تین اور سلسلۂ مخلوقات ہیں:

۱۔ستارگان سیارہ ۲۔منازل برج ۳۔تیسرا اب تک غیر معین ہے۔

مشرک صابئی روزہ سے آرام کے دن مراد لیتے تھے۔ کیونکہ ان کے ہاں فاقہ سخت ممنوع تھا۔ دوران روزہ وہ سفید کپڑے پہنتے اور تین وقت نہاتے تھے۔ جانداروں کو کوئی تکلیف نہ دیتے اور نہ ان کا گوشت کھاتے تھے۔ منگل کا دن ان کے ہاں مقدس تھا۔ اپنے عقائد کو غیروں سے چھپانا ان کا اولین اصول تھا۔ ان کے عقائد بنی اسرائیل کے عقائد کی ضد تھے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء بنی اسرائیل پر نعوذ باللہ کذب وافتراء کی تہمت لگاتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کے طرفدار تھے۔ وہ فرعون کو اپنا رہنما اور پیشوا مانتے اور انہیں اس امر پر اصرار تھا کہ اصل دین فرعون کے زمانے مصر میں قائم تھا۔ جو مصری دریائے قلزم میں ڈوبنے سے بچ گئے، وہ قطب شمالی میں ایک چھوٹی سی جنت میں محو استراحت ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خصوصی بغض رکھتے تھے، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہی کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔

صابئی مذہب کو برباد کرنے میں زیادہ تر قدیم سامی تہذیب کا ہاتھ ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ تمام دنیا ارواح سے بھری ہوئی ہے۔ جن میں زیادہ تر ارواح خبیثہ اور کم تعداد میں ارواح طیبہ ہیں۔ ارواح خبیثہ کو نذرونیاز، قربانی اور چڑھاوے سے خوش رکھا جاتا ہے، جبکہ ارواح طیبہ کو حمد وثنا سے خوش رکھتے ہیں۔

حاکم بیت الحکومہ میں اور کاہن ہیکل میں رہ کر حکمرانی کرتے تھے۔ ہر قوم کے مخصوص دیوتا ہوتے تھے اور جنگوں میں فاتح قوم مفتوح کے دیوتا اٹھا کر لے جاتے تھے، یہی ان کی شکست مانی جاتی تھی۔

(جاری ہے)